تفسیری تفردات کاقران فہمی پراثرات کا تحقیقی جائزہ

Research analysis of the effects of interpretative singularities in understanding Quran

محمد شاہ[i] محمد ریاض [ii]

Abstract

Allah has instructed humans to deliberate upon Quran and to seek guidance and counsel from it. Allah has further instructed humans to use their mind and understanding in interpretation of Quranic texts, and humans do interpret Quran in the shape of deductions and inferences. But those exegesis of Quran in which interpretation has been done contrary to rules of exegesis and Arabic language or Quran, or Hadiths of the Holy Prophet and sayings of the Companions of the Holy prophet are nothing else but misguidance and distraction from the right path.

Those interpretative singularities which are not against the exegesis of Quran but are contrary to the practices of the Companions of the prophet have no value either. Its effects will have a positive outcome if difference and anomalies in its implementation are avoided and if a balanced approach is adopted in this regard. This approach in the interpretation of Quran contrary to the established rules and norms has made it unreliable for the interpreters of Quran. When such an interpreter consults Quran for guidance then they will definitely take in to account whether the instructions are according to the will of Allah or are mere concoctions of the distractors of the religion.

Similarly, those singularities also pose a problem in understanding Quran and its injunctions which have relied solely on lexicon without consulting the receiver of the injunctions. Therefore, Allah not only revealed Quran on the Holy Prophet, but also gifted him the capability to interpret the injunctions of the holy book. Therefore, I intend to analyses the effects of interpretative singularities in understanding Quran in this research paper.

Keywords: *singularities, deliberate, counsel, guidance, interpretation, exegesis, distraction, religion*

[i] پی ایچ ڈی سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈر ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

[ii] اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈر ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

علم تفسیر، قرآن سے متعلق اس تحقیق کا نام ہے جس سے مرادِالٰہی متعین ہو سکے، بشرط یہ کہ یہ تحقیق قرآن کے اسلوب اور اسلامی شریعت کی روح کے منافی نہ ہو۔

علم تفسیر موجودہ مقام تک پہنچنے کے لیے متعدد مراحل سے گذرا ہے۔ تفسیر کا آغاز عہد رسالت میں ہوا۔ نبی کریم ﷺ قرآن کے اولین شارح اور مفسر تھے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف قرآن کی زبانی تفسیر کی، بلکہ اپنے عمل میں ان آیات کو سمو کر بھی دکھایا۔ اس دور میں قرآن کی پوری تفسیر نہیں کی گئی، بلکہ صرف ان حصوں کی تفسیر کی گئی، جن کا سمجھنا صحابہؓ کے لیے مشکل تھا۔ یہ مشکل اس وقت پیش آتی تھی جہاں آیات کی فصاحت وبلاغت، مفہوم ومعانی، افرادی اور ترکیبی احکام وغیرہ صحابہ کرامؓ کے علمی مستویٰ سے زیادہ ہوتے تھے، اور صرف اہل زبان ہونے کی حیثیت سے ان کا مطلب سمجھنا ممکن نہ ہوتا تھا۔ اس وقت صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور آیات کی تفسیر پوچھتے۔

آپ ﷺ کی وصال کے بعد صحابہ کرامؓ کا دور آیا۔ اس دور میں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے، جن میں عجمی بکثرت تھے۔ اور بعد میں مسلمان ہونے کی وجہ سے بہت ساری باتوں کا وہ علم نہیں رکھتے تھے۔ مثلاً اسباب النزول اور مکی ومدنی سورتوں وغیرہ کا علم۔ لہٰذا اب اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ قرآن کے ان حصوں کی تفسیر بھی بیان کی جائے، جن کو رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں فرمایا تھا۔ اس ضمن میں مفسرین صحابہ کرامؓ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو دیکھتے تھے، اگر ان میں کسی آیت کی تشریح نہ ملتی تو پھر اجتہاد کرتے۔ یہی طریقِ کار مصالح شرعیہ اور عامۃ المسلمین کے حق میں زیادہ مفید ہے۔

اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں تفسیری ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اس لیے قرآن کی تفسیر میں بہت ساری موقوف روایات (ایسی احادیث کہ جن کے راوی کا ذکر نہ کیا گیا ہو) اور حتیٰ کہ اسرائیلی روایات بھی شامل ہوئیں۔ اس کے علاوہ بہت ساری ایسی باتوں پر بھی بحث ہونے لگی جنہیں صحابہ کرامؓ نے غیر ضروری ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ یوں مرورِ ایام کے ساتھ تفسیر میں تنوع آیا۔ اسی قسم کی تفاسیر میں بدعات اور غلو تو نہیں ہے، مگر قصص کے بیان میں صحت اسانید کا خیال پھر بھی نہیں رکھا گیا ہے، جب کہ آثار میں اسرائیلیات کا کافی ذخیرہ ان تفاسیر میں در آیا۔ مگر عصر حاضر میں تجدّد پسندانہ نظریات، جاہلانہ مزاج اور کم علمی استعداد کی وجہ سے لوگوں نے تفسیر میں من پسند رائے زنی کو اختیار کیا اور ہر کس وناکس نے اپنی رائے اور نظریات کی ترویج کے لیے قرآن کی تفسیر شروع کی۔

حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَقَبْضُهُ أَنْ يُذْهَبَ بِأَصْحَابِهِ وَعَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لاَ يَدْرِي مَتَى يُفْتَقَرُ إِلَيْهِ ، أَوْ يُفْتَقَرُ إِلَى مَا عِنْدَهُ وَإِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ أَقْوَامًا

يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ يَدْعُونَكُمْ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَقَدْ نَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ فَعَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَطُّعَ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّعَمُّقَ وَعَلَيْكُمْ بِالْعَتِيقِ[1]"

"علم کے اٹھ جانے سے پہلے ہی علم حاصل کرو، علم کا اٹھ جانا یہ ہے کہ اہل علم کے رخصت ہو جائیں، خوب مضبوطی سے علم حاصل کرو، تمہیں کیا خبر کب دوسروں کو اس کے علم کے ضرورت پیش آجائے، یا کب خود اسے علم کے ضرورت پیش آجائے، عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاوگے جن کا یہ خیال ہوگا کہ وہ تمہیں قران کے دعوت دیتے ہیں، حالانکہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہوگا، اس لئے علم پر مضبوطی سے قائم رہو، اور نئی بدعتوں اور مبالغہ ارائیوں اور بے فائدہ غور خوض سے بچو، اور تم پر لازم ہے کہ (سلف صالحین) پرانے راستے پر قائم رہو۔"

لیکن بد قسمتی سے ہر دور میں قرآن مجید میں تحریف کی کوشش کی گئی ہے، چونکہ لفظی تحریف یہ لوگ کر ہی نہیں سکتے البتہ معنوی تحریف کی انہوں نے ضرور کوششیں کیں لیکن علماء امت نے بھرپور انداز میں تدارک کیا۔ حضرت عمر بن اشج رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"أخبرنا عبد الله بن صالح حدثني الليث حدثني يزيد هو بن أبي حبيب عن عمروا بن الأشجع ان عمر بن الخطاب قال: انه سيأتي ناس يجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فإن أصحاب السنن أعلم بكتاب الله[2]"

"عنقریب ایسے لوگ پیدا ہونگے، جو قران کریم کے غلط تعبیر و تشریح سے دین میں شبہات پیدا کر کے تمہارے ساتھ بحث کریں گے۔ انہیں سنتوں سے پکڑو، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی سنت سے واقف حضرات اللہ تعالی کی کتاب کے صحیح مفہوم کو خوب جانتے ہیں۔"

"حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَحَدَّثَنَا فُضَيْلٌ عَنْ هِشَامٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ[3]"

"ابن سیرین نے فرمایا یہ علم دین ہے پس جب تم حاصل کرو تو یہ ضرور دیکھ لو کہ کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔"

معلم کے چناو میں احتیاط اس وجہ سے ضروری ہے کہ متعلم استاذ پر بھروسہ کر کے اپنی زندگی اس کے حوالے کر دیتا ہے اس لئے ایک ایسے فرد کو معلم منتخب کرنا چاہیے جس کے اندر ایک معلم کے ہمہ صفات موجود ہوں، ایک کامل اور متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بااخلاق شفیق اور متقی بھی ہو اور بہتر یہ ہے کہ عمر میں بھی تفاوت ہو تا کہ اس کا احترام طبعی طور پر اس کے دل میں موجود ہو معلم کے انتخاب میں دوسروں کے ساتھ مشورہ بھی کرنا ضروری ہے اور خود بھی استاذ کو ازمانا بھی بہتر ہے۔

"حدثنا محمود بن غيلان حدثنا بشر بن السري حدثنا سفيان عن عبد الأعلى عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار [4]"

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قران میں اپنی مرضی سے کچھ کہا اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تیار کرے۔"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام اسلامی عقائد و اعمال عقل کے کسوٹی پر پورا اترتے ہیں، اور کوئی ایسا عقیدہ اسلام میں نہیں جو کہ عقل سلیم کے خلاف ہو البتہ بعض مسائل ایسے ہیں جو عقل سے ماوراء ہیں یعنی بنفسہ تو وہ ٹھیک ہے لیکن ان تک عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ وہ عقل سے مخالف ہیں چونکہ عقول انسانیہ ایک جیسے نہیں ہیں اور ہر ایک کا منتہائے نظر بھی مختلف ہے یہی وجہ ہے کہ قران میں اپنے ذاتی رائے سے کام لینے کو مذموم قرار دیا ہے، اور اجتہاد میں مجتہد قرآن و سنت زرین اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام کا استنباط کرتے ہیں جو کہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام میں جمود نہیں بلکہ وسعت نظری ہے۔ایک دوسری حدیث میں اسکی مزید تشریح کی گئی ہے:

"حدثنا عبد بن حميد حدثنا حبان بن هلال حدثنا سهيل بن عبد الله وهو ابن أبي حزم أخو حزم القطعي حدثنا أبو عمران الجوني عن جندب بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ[5]"

"حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قران میں اپنی مرضی سے کچھ کہا اور اس کی رائے حقیقت کے مطابق ہو تب بھی اس نے غلطی کی۔"

تفردات کا مفہوم

اہل لغت نے تفرد کے یہ معنی بیان کئے ہیں:

"تفرَدَ و اَفردَ، واسْتفرَدَ بالامرِ"

"کسی کام میں یکتا ہونا، علیحدہ ہونا اور اسی طرح ساتھیوں سے الگ ہو جانا۔[6]"

مندرجہ بالا معنی سے معلوم ہوا کہ تفسیر کے باب میں تفردات سے ایسے اقوال مراد ہیں جو جمہور مفسرین اور اصولتفسیر کے قواعد کے خلاف ہوں[7]۔

علماء تفاسیر نے تفسیری تفردات کو "تفسیر بالرائے المذموم" سے بھی تعبیر کیا ہے۔تفسیر بالرائے کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔جبکہ بعض کے نزدیک تفسیر بالرائے مطلقاً ناجائز ہے۔ان کا کہنا ہے کہ تفسیر بالرائے بغیر علم کے اللہ تعالٰی کی طرف کسی قول کا نسبت کرنا ہے اور یہ از روئے قرآن جائز نہیں۔وہ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ارشاد باری تعالٰی ہے:

"وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ[8]"

"اور یہ کہ تم شرک کرو اللہ کے ساتھ اس طرح جس کی کوئی دلیل نازل نہ ہوئی ہو اور تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں کچھ پتہ نہیں۔"

"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولاً[9]"

"اور نہ پیچھے لگوں ایسی بات کی کہ نہ ہو تمہیں جس کا علم، بیشک کان، آنکھ دل و دماغ ان سب کے بارے میں تم سے باز پرس ہو گی۔"

" بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[10]"

"اور اتارا ہم نے تم پر یہ ذکر تاکہ کھول کھول کر بیان کرو تم انسانوں کے سامنے وہ تعلیم جو نازل کی گئی ہے ان کے واسطے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر لیں۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

" عن ابن عباس عن النبی انه قال اتقو الحدیث عنی إلا ما علمتم فمن کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار ومن قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار [11] "

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہے کہ وہ فرماتے ہے کہ میرے متعلق حدیث سے بچتے رہو مگر جس کا تمہیں علم ہو اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھ لیا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے اور جو شخص قرآن کے معاملے میں علم کے بغیر کوئی بات کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔"

جب کہ بعض علماء نے تفسیر بالرائے کے جواز پر نصوص اور آثار سے استدلال کیا ہے اور وہ حضرات مندرجہ ذیل نصوص کو استدلال کے طور پر پیش کرتے ہیں:

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [12]"

"سو کیا نہیں غور کرتے یہ قرآن پر کیا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔"

"وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا[13]"

"حالانکہ اگر پہنچاتے اس کو رسول کے پاس یا اپنے صاحب اختیار لوگوں تک تو اس کی تحقیق کرتے وہ لوگ جو نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان میں سے اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور رحمت اس کی تو ضرور پیروی کرنے لگ جاتے تم شیطان کی، مگر تھوڑے۔"

"كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ[14]"

" یہ کتاب جسے نازل کیا ہے ہم نے تمھاری طرف بڑی برکت والی ہے اور (نازل کی ہے) اس غرض سے کہ غور و فکر کریں اس کی آیات پر اور نصیحت حاصل کریں (اس سے) عقل و شعور رکھنے والے۔"

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن میں غور و فکر کرنے کی تاکید کی ہے اور ساتھ ہی عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ اگر مطلقاً رائے کا استعمال ناجائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کا مکلف نہ بناتا۔ چونکہ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ عقل و خرد رکھنے والے لوگ قرآن کریم کے بعض آیات کریمہ سے استنباط و استشہاد کرتے ہیں اور یہ بھی رائے کا استعمال ہے۔

اگر تفسیر بالرائے کو مطلقاً ناجائز کہا گیا تو استشہاد و استنباط کا دروازہ بند ہو جاتا اور احکام اسلام کو معلوم کرنے کا کوئی صحیح ذریعہ باقی نہ رہتا[15]۔

چونکہ اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے بھی تفسیری اقوال منقول ہیں اور ان میں باہمی اختلاف بھی پایا جاتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ یہ سارے اقوال صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے نہیں سنے، بلکہ بعض اپنے عقل و اجتہاد کے ذریعے ان اقوال تک پہنچے اور حضرت محمد ﷺ نے بھی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے لئے تاویل قرآن کی دعا کی تھی اور وہ دعا یہ ہے:

"اللهم فقهه فی الدین و علمه التأویل[16]"

"یا اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور انہیں تفسیر قرآن کا علم عطا فرما۔"

دونوں طرف کے حضرات کے دلائل کے موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو تفسیر بالرائے مطلقاً جائز ہے اور نہ ناجائز۔ بلکہ رائے کے دو قسم ہیں ایک رائے محمود اور دوسری رائے مذموم۔ چنانچہ پہلی قسم جائز اور دوسری قسم ناجائز ہے[17]۔

تفسیر بالرائے المذموم ہی وہ تفسیر ہے جو شاذ اور متفرد ہوتی ہے۔ اور وہ نہ تو اہل علم کے ہاں مقبول ہے اور نہ ہی اسے قرآن کریم کی تفسیر کہنا مناسب ہے۔ اس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ آثار و روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سلف میں سے بعض لوگوں نے قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں کچھ کہنے سے انکار کیا تھا اور بعض قرآن کریم کی تفسیر کیا کرتے تھے۔ چونکہ وہ اہل علم جو تفسیر کے اصول و قواعد کے عالم تھے وہ تفسیر بیان کرتے اور جو اس مقام کے نہ تھے وہ انکار کرتے[18]۔

اس بارے میں علامہ زرقانیؒ کی رائے یوں ہے:

"قرآن کریم کی تفسیر کے نام سے وہ تالیفات جن میں اصول تفسیر اور قواعد عربیہ یا خود قرآن کے بیان اور احادیث نبوی یا اثار صحابہ و تابعین کے خلاف اقوال درج کی گئی ہوں وہ تمام شذوذ و تفردات ہیں۔ ایسے اقوال و تالیفات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ یہ ضلال اور گمراہی ہے[19]۔"

واضح رہے کہ تفسیر میں تفردات کی جو روش اختیار کی گئی ہے ان کے قرآن فہمی پر اور تدبر قرآن پر بہت بڑے گہرے اثرات پڑے ہیں۔ ان میں زیادہ تر تفردات نے قرآن فہمی پر منفی اثرات چھوڑے ہیں۔ جس سے قرآن کریم کا اصل پیغام ہدایت اور "خروج من الظلمات الی النور" کا حقیقی پہلو پر پردہ پڑ رہا ہے بلکہ اس سے معاشرے پر ظلمت اور گمراہی کے سائے اور نقوش اور گہرے ہو گئے ہیں۔ البتہ بعض تفردات جن کا تعلق قرآن مجید کے لغت اور بلاغت و علوم کونیہ سے ہیں۔ ان سے بعض مثبت اور مفید اثرات قرآن فہمی پر پڑے ہیں لیکن وہ بہت کم ہیں بلکہ ان کے نقصانات ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہیں۔ جس کی تفصیل ذیل میں کی جائے گی۔

تفردات کے قرآن فہمی پر مثبت اثرات

وہ تفردات جو تفسیر قرآن کے اصولوں اور نصوص قرآن کے خلاف نہ ہو البتہ سلف وصالحین کے طریقہ تفسیر کے خلاف ہونے کی وجہ سے متفرد گردانے جاتے ہوں۔ تووہ تفردات نہ ہونے کے برابر ہیں۔تاہم ان کے کچھ مثبت اثرات قرآن فہمی پر پڑے ہیں جن کاذکر درجہ ذیل مباحث میں کیاجائے گا۔

اَ. علوم ادبیہ کاجب امتزاج تفسیر کے ساتھ کیاگیاتو یہ تفرد تھالیکن سلف وصالحین کے طریقہ منقول پر نہیں ہوالیکن قرآن فہمی پراس کامندرجہ ذیل مثبت اثرات پڑیں گے:

1. اس طریقہ سے قرآن کے معانی کابیان اوراس کی ہدایات کی وضاحت دلکش انداز سے ہوئی۔
2. اس طریقہ سے قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت کااظہار ایک اچھے انداز سے ہوا۔
3. لہٰذااس سے قرآن مجید کے اسلوب وبیان کی پہلو سے قرآن کریم کے اعجازی شان کی تفصیل وبیان ہوئی [20]۔

ب. اسی طرح جب علوم کونیہ کاامتزاج تفسیر میں کیا گیاتو اس طریقے سے بھی قرآن کے بعض پہلو زیادہ نکھر کر سامنے آگئے اوراس سے قرآن فہمی پر کچھ مثبت اثرات پڑے۔ جن کی تلخیص ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

1. علوم کونیہ اور سائنسی انداز سے قرآن کو سمجھنے والوں کے افکار اور علوم کے ساتھ قرآن کریم رواں دواں رہااور اس سے قرآن کے فہم کے راستے کھلے۔
2. قرآن کریم کی بعض آیات میں کائنات کی اشیاء و نظام کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں۔ ان اشارات کی وضاحت سے قرآن کریم کے اعجاز کاایک نیاانداز سامنے آیا۔
3. ان لوگوں کے گمان اور شبہات کی تردید علمی انداز سے ہوئی۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ دین اسلام اور سائنس میں منافات کی نسبت ہے۔اور قرآن کریم عقل وسائنس کے خلاف اپنے دعوے اوراحکام ثابت کرتا ہے۔
4. غیر مسلم اقوام جواس دور میں صرف سائنسی علوم اور سائنسی طریقہ کار سے دین اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں ان کوقرآن کی دعوت اسی طریقہ سے پہنچ گئی کیونکہ وہ ان ہی سائنسی تجربات پر زیادہ یقین رکھتے ہیں۔
5. اس سے کائنات کی تسخیر اورانہیں انسانیت کی فلاح وبہبود میں استعمال کرنے کی ترغیب سامنے آئی ہے۔
6. اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت سے ایمان میں تقویت پیدا ہوئی۔ جب قاری یہ دیکھتا ہے کہ قرآن مجید نے کئی صدیاں پہلے وہی حقائق بیان فرمائی ہیں جن کی طرف اس دور میں انسانی رسائی ممکن ہوئی ہے [21]۔

لیکن ان مذکورہ بالا مثبت پہلوؤں کے اثر کاوقوع اس وقت ہو گا جب اس کے طریقہ کار میں افراط و تفریط سے احتراز کی گئی ہواوراعتدال کی راہ اختیار کی گئی ہو۔ ورنہ یہ مثبت اثرات کے بجائے الٹے منفی اثرات کا سبب بنے گی۔ لہٰذااعتدال کی راہ اختیار کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تین شرائط کوملحوظ رکھنا ہو گا:

1. **شرط:** علوم کونیہ اور ادبیہ مفسر کوقرآن مجید کے مقصد اوّل یعنی ہدایت اور رہنمائی سے پھیر نہ دے اگر وہ ان علوم کے فروعات وخیریات کی تفصیلات میں لگ گیاتو یہ تفسیر نہ ہو گی بلکہ علوم وفنون کی کتب بن جائے گی۔

2. **شرط:** تفسیر میں اگر ان علوم کا بیان معاشرے کی ضرورت کے مطابق ہو۔ معاشرے کے ان افراد کے لئے ہو جو مادی اور کائناتی علوم پر دسترس رکھتے ہو۔ ورنہ بصورت دیگر یہ قرآن کی تفسیر میں گمراہی وفتنہ کا سبب بنے گا۔
3. **شرط:** ان علوم کا بیان ایسے انداز میں کیا جائے کہ جس سے مسلمانوں میں نشاۃ ثانیہ کا جذبہ محرکہ پیدا ہو اور یہ رجحان پیدا کرے کہ تسخیر کائنات کے ذریعے امت مسلمہ کے وقار و بیداری کا اظہار ہو جائے[22]۔

اس قسم کے تفردات اگرچہ ممدوح نہیں ہے تاہم اگر کوئی مفسر تفسیر کے دوران ان مباحث کو اعتدال کے ساتھ ضمناً بیان کردے اور صرف ان آیت کے تحت بیان کرے جس سے علوم کونیہ وغیرہ کی طرف واضح اشارہ پائے جاتے ہو۔

تفردات کے قرآن فہمی پر منفی اثرات

1. قرآن مجید کی تفسیر میں جو تفردات عقائد و نظریات کی بنیاد پر نکل آئیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشرے کے مختلف مکتبہ فکر والوں نے ان عقائد و نظریات کو تقویت دینا اپنی ذمہ داری سمجھ لی ہو تا کہ قرآن کریم کے فہم میں ان عقائد و نظریات کو اصول کا درجہ دے کر قرآن فہمی کی راہ میں رکاوٹ ڈال دی اور اگر یہ ایک ایسی رکاوٹ بن گئی جس کو ہٹانا مشکل رہا اور اسی طرح سے باطل عقائد و نظریات ان باطل فرقوں کے نفسیات پر حاوی ہو گئے ہوں۔
2. چونکہ انہی اثرات کی نتیجے میں مسلمان تفرق کا شکار ہو گئے اور ہر فرقے نے قرآنی آیات کو اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے استعمال کرنا شروع کیا جس سے معاشرے کے اندر عمومی انتشار اور افراتفری پھیل گئی۔

اس طرح ہر فرقے نے اپنے تصورات تاویلات سے ثابت کرنے کے کوشش کی اور مختلف آیتوں میں اسی طرح کی ہیر پھیر و تحریف کی کہ وہ ان کے تصورات کے مطابق ہو جائے اور ہر فرقے نے یہ کوشش شروع کی کہ قرآن ان کا گواہ بنے نہ کہ ان کے خلاف گواہی دینے والا۔

اسی طرح اس فرقہ واریت کے مسموم فضا میں قرآن مجید آگے نہیں بلکہ پیچھے رہے گا۔ اس طرح تو قرآن کریم کی بجائے ان کے تصورات اہم ہو گئے۔ حالانکہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے۔ چنانچہ اس سے بھی فہم قرآن پر منفی اثرات پڑے اور انتشار و فرقہ پرستی کے گرد میں قرآن کریم کا حقیقی مفہوم گم ہو جائے گا۔

3. لہٰذا مندرجہ بالا دو اثرات کے نتیجے میں اس سے بھی بڑا فتنہ و فساد رونما ہو گا کیونکہ جب بعض فرقوں کو اپنے مذعومہ تصورات کی تائید قرآن کریم سے تشفی کن انداز میں نہیں ملی تو وہ نعوذ باللہ قرآن کریم کی تحریف کے قائل ہو گئے۔ مثال کے طور پر امامیہ، شیعہ، حضرات کا امامت کا تصور اور یہ کہ امام معصوم ملہم من اللہ ہے اور وہ لوگوں کی رائے سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب و موہبت سے امامت کے منصب پر فائز ہوتا ہے[23]۔

تو اس سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس اہم مسئلے کی تشریح کیوں نہ کی اور محض اشارات وغیرہ پر اکتفا کیوں کیا ہے۔؟ جب اس مسئلے کا قرآن سے صراحت کے تقاضا نے زور پکڑا اور وہ اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا تو وہ یہ کہنے لگے کہ موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ اصلی قرآن اس سے دو تہائی زیادہ تھا۔ جس میں حضرت علیؓ کی خلافت و

امامت اور دیگر آئمہ کی تصریح تھی جس کو منافقین (نعوذ باللہ) صحابہ کرامؓ نے قرآن سے نکال دیا جو کہ امام مہدی المنتظر کے پاس ہے اور وہ ظہور کے وقت اپنے ساتھ اصل قرآن لائیں گے[24]۔

قرآن مجید کے متعلق اسی تحریفی سوچ اور تصور نے اسی تصور کے قائل قاری کے لئے اس کو ناقابل اعتبار بنا دیا ہے۔ جب وہ اخذ ہدایت کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے ذہن میں یہ سوال ضرور ابھرے گا کہ یہ احکام منزل من اللہ ہیں۔ یا منافقین کے سیاہ کاریوں کا نتیجہ۔ تو اس صورت حال میں معانی قرآن کی تفہیم ناممکن ہو جاتی ہے۔

فرقہ باطنیہ کی باطنی تفسیرات و تاویلات نے بھی قرآن فہمی پر منفی اثرات ڈالے ہیں۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہر انسان کے لئے جس طرح قرآن کے ظاہر پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح باطن پر بھی ایمان لانا لازمی ہے۔ اس طرح قرآن مجید کے محکم، متشابہ، ناسخ و منسوخ میں کوئی فرق نہیں۔ اگر باطنی معنی اہل البیت سے تفصیلاً منقول ہوں تو اس پر تفصیل کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اگر اجمال کے ساتھ منقول ہیں تو اجمالی ایمان کافی ہو گا اگرچہ وہ اس کے سمجھ میں نہ آسکے۔ اگر کسی نے قرآن مجید کے ظاہر کو تسلیم کیا اور اس کے باطنی معنی کا منکر ہو گیا تو وہ کافر ہو گا۔ ان کے بقول باطنی معنی تک رسائی ہر کسی کا کام نہیں بلکہ یہ کام حضور ﷺ اور اس کے بعد کے آئمہ کا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید ان کے گھروں میں نازل ہوا گو کہ وہ شخص بھی باطنی معنی کی طرف بڑھ سکتا ہے جو حضرت محمد ﷺ اور اہل بیت اور آئمہ کے محبت کا دعویدار ہو اور اس میں اس کا اخلاص بھی ظاہر ہو اور ان آئمہ کی اطاعت کے لئے ہمہ جہت کمربستہ بھی ہو[25]۔

انہی تصورات اور افکار کی وجہ سے ہر خواہش اور باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن فہمی کا میدان کھلا چھوڑ دیا گیا اور جو بھی اپنے باطل نظریات کو قرآن مجید سے ثابت کر سکتے ہیں تو اس کو باطن قرآن کا درجہ دے دیا جاتا ہے جس سے یہ صورت حال سامنے آگئی کہ قرآن کریم میں احادیث مبارکہ، صحابہ کرامؓ کے اقوال صحیحہ اور سلف کی تفسیر سے جو بات بھی ثابت ہے اس کو باطن قرآن کے خلاف قرار دے کر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ امکان باقی نہ رہا کہ قرآن کریم کے فہم میں علوم متداولہ اور شرائط صحیحہ کو دخل دیا جاسکے۔ جس سے فہم قرآن پردوں میں مستور ہو گیا[26]۔

خوارج کے دور سے فتنہ انکار حدیث شروع ہو گیا اور اس موجودہ دور کے تجدد پسندوں تک پہنچ گیا۔ جس طرح قرآن پاک کے اصل شارح اور مبین در حقیقت احادیث نبویہ ﷺ ہیں اور یہی وہ بڑی رکاوٹ ہے باطل فرقوں کے پیروکاروں کو لگام دینے کے لئے اور اسی سے ان کا راستہ روکا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اسی رکاوٹ کو ختم کرنے کے لئے ان لوگوں نے احادیث نبویہ ﷺ کے ثبوت میں شکوک و شبہات پیدا کر کے اسی حجیت سے منکر ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے۔ احادیث نبویہ ﷺ کو جب قرآن فہمی سے الگ کر دیا جائے اور اس کے فہم معنی کی طرف رجوع کیا جائے تو رکیک تاویلات کے ذریعے اس کا مطلب بدل دیا گیا اور ان فرقوں والوں نے ایسے

تفردات کر ڈالے کہ اس کو پوری اسلامی تاریخ میں کسی بھی مفسر نے نہیں سمجھا۔ لہٰذا ان کے اقوال جملہ مفسرین کے خلاف ہو گئے اور ان کے مختلف ذہنی سطحوں اور علمی رجحانات کے مطابق ان کے آپس میں بھی وہ مختلف اقوال کے شکار ہو گئے۔ مثلاً رب۔ الہ اور دین کے انہوں نے مختلف معنی کئے[27]۔

چنانچہ ان تفردات کا جو کہ عام مفسرین سے مختلف ہیں کا عام قاری پر یہ اثر پڑا کہ وہ قرآن کے عام بیانات تک الجھن کا شکار ہو گیا اور انہی بیانات کے متعلق شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں اور سیدھی راہ ان کو دکھائی نہیں دیتی اور حالانکہ یہ الجھن ان لوگوں کو معلوم ہے جو اس قسم کے الجھن کا شکار ہو گئے ہیں۔

جدت پسند مصنفین پر اگرچہ پہلے سے مغربی افکار اور لادینی فلسفہ حیات نے اثر کیا اور پھر اس کے ذہن میں یہی افکار پکے ہوتے گئے۔ لہٰذا جب وہ قرآن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو وہ قرآن کریم کے آیات کے ایسے تشریح کر دیتے ہیں کہ قرآنی آیات ان مغربی افکار اور لادینی فلسفہ حیات کے مطابق ہوں۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ وہ خود قرآن کے بیان کو دل وجان سے قبول کر لیتے اور خود قرآن کے ساتھ بدل جاتے نہ کہ قرآن کو اپنے باطل افکار کے مطابق تبدیل کر دیتے اس سے وہ ایسے تفردات کے شکار ہو گئے کہ ان کے ہاں قرآن کے حقائق ثانوی حیثیت بن گئی اور ان کے افکار فاسدہ ان کے منصب رہبری سنبھال لیتے ہیں۔

آپ یہ دیکھئے کہ جب چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقاء نے مغرب ویورپ میں سند قبولیت حاصل کی اور اس کی بنیاد پر وہ یہ دعویٰ کرنے لگ گئے کہ انسان کی ابتداء کا مسئلہ حل ہو گیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ انسان کی ابتداء کسی ایک شخصیت (آدمؑ) سے نہیں ہوئی ہے بلکہ اس نے مختلف ارتقائی مراحل طے کرتے کرتے جماد سے نبات اس سے حیوان اور پھر انسان بھی ترقی یافتہ حیوان کے موجودہ شکل تک پہنچ گیا[28]۔

اس نظریے کی بنیاد پر ان مسلمان تجدد پسند حضرات نے آدم علیہ السلام کی تعبیر یعنی حیثیت کو بدل دی اور کہنے لگے کہ آدم علیہ السلام سے مراد نوع انسان ہے نہ کہ کوئی خاص شخصیت[29]۔ لیکن جب کوئی قاری قرآن کے بیان کی طرف جاتا ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق وپیدائش اس کے لئے جوڑے کی پیدائش اور مسجود ملائکہ وغیرہ کی تفصیلات کو پڑھتا ہے تو اس کی حیرانگی کی انتہا باقی نہیں رہتی کہ وہ کس کی بات کو تسلیم کرے۔ ان تجدد پسندوں کے شذوذ وتفردات کو باطل اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے تفردات فہم قرآن کے سلسلے میں ایک دیوار کھڑی کر دی ہے[30]۔

اس طرح جب قرآن مجید کے جو بیانات ان کے عقل کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتی تو اس کے لئے متفرد تاویلات کا سہارا لیتے ہیں اور یہ جھلک ان لوگوں کے تمام تصنیفات میں واضح طور پر نظر آتے ہیں کیونکہ جدت پسندوں کے تفردات میں عقل کا تفوق اور برتری روح رواں کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو تخلیق کر کے پھر ہر چیز کے لئے قوانین اور پیمانے مقرر فرمائے ہیں اور اب وہ خود بھی ان قوانین کا پابند ہو گیا ہے۔ ہر

عمل کا ایک لازمی نتیجہ ہے جو قوانین مقررہ کے تحت ظاہر ہوتے ہیں۔ انہی نتائج کو روکنا یا ختم کرنا اللہ کے قوانین کی خلاف ورزی ہے[31]۔

انہی اصولوں اور نظریات کے تحت ان جدت پسندوں نے قرآن کریم میں تمام بیان شدہ معجزات انبیاء کو متفرق تاویلات کے پردوں میں چھپا لیا ہے۔ ید بیضا، عصائے موسیٰؑ، حیات موتی، اندھے کو بینا، برص کے مرض کی شفا، نار ابراہیمؑ، شق قمر اور معراج جیسے معجزات کے بیان میں تفردات کا شکار ہوگئے۔ قاری کا اس قسم کی تمثیلات کو پڑھنے کے بعد قرآن کو معنوں کی کتاب سمجھنے پر مجبور ہوگا جو کہ قرآن فہمی میں بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اس طرح قرآن مجید کے سمجھنے میں بعض وہ تفردات بھی رکاوٹ بن جاتے ہیں جو قرآن کریم کے بیان کو صرف لغت سے متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے فہم اور اس پر عمل کرنے کے لئے سب سے بڑی ذریعہ وہ ہے جس پر، نازل کیا گیا ہے اور اس کے اولین مخاطبین سے قرآن کے الفاظ کا مفہوم متعین ہو اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کا مفہوم بھی حضور ﷺ کے ذہن میں القاء کردیا تاکہ کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[32]"

"اور اتارا ہم نے تم پر یہ ذکر تاکہ کھول کھول کر بیان کرو تم انسانوں کے سامنے وہ تعلیم جو نازل کی گئی ہے ان کے واسطے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

حضور ﷺ کے بیان کردہ تشریح و تفسیر کے علاوہ اگر کوئی شخص لغت کی مدد سے اس کی تفسیر سے بیانات متعین کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کو کئی وجوہات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ درج ذیل میں اس کا ذکر کیا جائے گا۔ بعض اصطلاحات علم و فن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جن کو صرف اہل علم تو جانتے ہیں مگر اہل زبان نہیں جانتے۔ لغت صرف زبان کے الفاظ کی معنی بیان کرتے ہیں۔ مگر ایسے اصطلاحات کا مفہوم بیان کرنا اس کے دائرہ کار سے باہر ہوتا ہے۔ قرآن پاک علوم شریعیہ کا سرچشمہ ہے اور اس میں زیادہ تر اصطلاحات مثلاً صلوٰۃ، زکواۃ، حج، عمرہ، دین، الٰہ، عبادت، معروف، منکر، صوم، آخرت وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔ لہٰذا ایسے اصطلاحات کا مفہوم کا تعین صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کام ہے نہ کہ لغت کا کام ہے۔

اگر مندرجہ بالا اصطلاحات کو لغوی معنی کے بل بوتے پر چھوڑ دیا گیا تو قرآن کے اس بیان کے جو انجام و حشر ہوگا وہ بالکل واضح ہے۔ لہٰذا ایسے تفردات کا قرآن فہمی پر بہت منفی اثرات پڑیں گے۔ چونکہ بعض تجدد پسند حضرات نے تجدید دین کا بیڑہ اٹھانے کا ذمہ اپنے سر لے لیا ہے اور وہ منصوصات میں بھی خود اجتہاد کرنے لگے اور لوگوں کو بھی دعوت اجتہاد دیتے ہیں۔ حالانکہ اجتہاد کے لئے ایک لازمی شرط جس پر تمام ائمہ کا اجماع ہے یہ ہے کہ کسی بھی منصوص حکم میں اجتہاد نہیں ہو سکتا ہے۔ اب یہی حضرات کوئی بھی قرآنی حکم جو زمانے کے رسم و رواج یا زمانے کے تقاضوں کے خلاف نظر آتا ہے تو وہ اس میں اجتہاد کی چھری چلا کر اس کو زمانے کے موافق کرنے پر تل جاتے ہے۔

اگرچہ وہ اجتہاد کے شرائط سے محروم کیوں نہ ہو۔انہی حرکات نے بہت سے تفسیری تفردات کو رواج دے کر احکام شرعیہ کے سقوط کے لئے راستہ ہموار کر دی۔ چنانچہ طلاق، نکاح، قصاص، وراثت، دیت اور حدِ زنا وغیرہ میں اس بنیاد پر ان تجدد پسند حضرات نے ایسے تفردات کا ارتکاب کیا کہ جس نے قرآن مجید میں سنگین غلطیوں کو رواج دیا۔ اس بحث کا نچوڑ یہ ہے کہ ان تفردات نے فہم قرآن پر بڑے بھیانک اور منفی اثرات ڈالے ہیں۔اور لوگوں کے لئے پیغام قرآن کو سمجھنا مشکل کر دیا ہے اور اس کی ہدایت سے رہنمائی لینا اور اس پر عمل کرنا بھی مشکل کر دیا ہے۔ تفردات نہ تو تمام ممدوح ہیں اور نہ مذموم بلکہ ہر تفرد کو اس کے نوع اور اس کے اثرات کے مطابق تفسیر کے اصولوں کی روشنی میں اس پر حکم لگے گا۔

راسخ العقیدہ اہل علم کا یہ طرز فکر تجربے سے بالکل سچا ثابت ہوا، آج فلسفہ اور سائنس کی ترقیات نے یونانی فلسفے کی دھجیا بکھیر دی ہیں اور اس کے نہ صرف طبعی، عنصری اور فلکیاتی نظریات غلط قرار پا گئے، بلکہ ان کی بنیاد پر ما بعد الطبیعی نظریات کی جو عمارت اٹھائی گئی تھی، وہ بھی زمین بوس ہو چکی ہے، جو لوگ یونانی فلسفے سے متاثر ہو کر قرآن وسنت کو موم کی ناک بنایا تھا، آج اگر وہ زندہ ہوتے تو یقیناً بہت شرمندہ ہوتے۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ خیالی افکار رکھنے والوں کا ایک جماعت تاریخ سے سبق اموز ہونے کے بجائے مغربی ذہنیت سے اثر لیتے ہوئے قرآن وسنت کی من گھڑت تفسیر کے سوچ میں ہے کہ مغرب کے اپنائے ہوئے نظریات کے موافق ہو سکے، یہ گروہ قران وسنت کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر صرف اس کام میں مشغول ہے، کہ جس طریقے سے بھی ہو سکے قران کو مغربی افکار کا مئوید بنائے۔ان لوگوں کی دھیان کبھی بھی اس طرف نہیں جاتی کہ جس کلام کا ہم مذاق اڑاتے ہیں کس کی کلام ہے؟ جن نظریات کے تحت وہ قران وسنت میں تاویلات کے راستے ڈھونڈتے ہیں وہ کس حد تک پائدار ہیں؟ اور جب انسانی فکر ترقی کر کے ایسے نظریات سے آگے جائے تو ایسے لایعنی تفاسیر کا کیا انجام ہو گا۔

خلاصہ کلام

قرآن مجید رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے، قرآنی تعلیمات ہی کی برکت سے جانی دشمن ایک دوسرے پر جان نچاور کرنے والے بن گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ صرف آپ ﷺ پر قرآن کو اُتارا بلکہ قرآن کریم کی تشریح اور تفصیل کی اہم ذمہ داری بھی آپ کے حوالے کر دی۔ پیغمبر خدا کے بعد قرآنی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرنے کی ذمہ داری آپ ﷺ کے رفقائے کار نے احسن طریقے سے ادا کیا، ان کے بعد امت کے سپوتوں نے قرآن کو نبوی تعلیمات کے مطابق لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا، لیکن اسکے بعد بعض لوگوں نے اغیار کے دلوں میں اپنے لئے مقام بنانے اور ان سے اُمیدیں وابستہ کرنے کے غرض سے قرآن کریم میں ایسے تاویلات کر دی جو عقل سے بھی ماوراء ہیں۔ تفسیر قران کے نام سے وہ تالیفات جن میں اصول تفسیر اور قواعد عربیہ یا خود قرآن کے بیان اور احادیث نبوی یا اثار صحابہ وتابعین کے اقوال کے خلاف اقوال درج کی گئی ہوں وہ تمام شذوذ و تفردات ہیں۔ ایسے اقوال وتالیفات کے کوئی قدر وقیمت نہیں ہے بلکہ یہ ضلال اور گمراہی ہے۔ وہ تفردات جو تفسیر قرآن کے اصولوں اور

نصوص قرآن کے خلاف نہ ہو البتہ سلف وصالحین کے طریقہ تفسیر کے خلاف ہونے کی وجہ سے متفرد گردانے جاتے ہوں، تو وہ تفردات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مثبت پہلوؤں کے اثر کا وقوع اس وقت ہوگا جب اس کے طریقہ کار میں افراط و تفریط سے احتراز کی گئی ہو اور اعتدال کی راہ اختیار کی گئی ہو۔ ورنہ یہ مثبت اثرات کے بجائے الٹے منفی اثرات کا سبب بنے گی۔ قرآن مجید کے متعلق تحریفی سوچ اور تصور نے اسی تصور کے قائل قاری کے لئے اس کو ناقابل اعتبار بنا دیا ہے۔ جب وہ اخذ ہدایت کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے ذہن میں یہ سوال ضرور ابھرے گا کہ یہ احکام منزل من اللہ ہیں۔ یا منافقین کے سیاہ کاریوں کا نتیجہ۔ تو اس صورت حال میں معانی قرآن کی تفہیم ناممکن ہو جاتی ہے۔اس طرح قرآن مجید کے سمجھنے میں بعض وہ تفردات بھی رکاوٹ بن جاتے ہیں جو قرآن کریم کے بیان کو صرف لغت سے متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے فہم اور اس پر عمل کرنے کے لئے سب سے بڑا ذریعہ وہ ہے جس پر، نازل کیا گیا ہے اور اس کے اولین مخاطبین سے قرآن کے الفاظ کا مفہوم متعین ہو اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کا مفہوم بھی حضور ﷺ کے ذہن میں القاء کر دیا تاکہ کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

اپنے رشتہ دار اور اولاد کے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ہمارے ہی کاندھوں پر ہیں، تاکہ ان کو صحیح علم دین سکھایا جائے اور پر فتن مجالس اور آخرت کے تباہی سے ان کو بچایا جا سکے۔ ایسے مجالس کا پتہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ قران کریم میں اپنی ہی طرف سے نئی نئی باتیں بناتے ہو جو اج تک کسی بھی مستند عالم دین اور فقیہ سے کسی نے نہیں سنی ہوگی۔ دین اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ حق پرست علماء سے علم قران کو سیکھا جائے۔ ایسے اہل مجالس لوگوں کو قران فہمی سے دور رکھنے کے کوشش کرتے ہیں اور ان کو مراکز دینیہ کے بارے میں بدگمان کر دیتے ہیں، اور یہی لوگ دوسروں کو اس بات کا دعوت دیتے ہیں کہ اپنے ہی عقل کے پیمانے پر دین کو پرکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرو۔

حواشی وحوالہ جات

1 الدارمی، أبو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن، سنن الدارمی ۱ :۶۶، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ

2 سنن الدارمی ۱ :۶۲

3 امام مسلم، أبوالحسین مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ۱ :۱۱، دار الأفاق الجدیدہ، بیروت، لبنان (س۔ن)

4 الترمذی، أبو عیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی ۵ : ۱۹۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان (س۔ن)

5 سنن ترمذی ۵ : ۲۰۰

6 الرازی، محمد بن ابی عبدالقادر الحنفی، مختار الصحاح: ۳۳۳، مکتبہ العصریہ بیروت، لبنان، ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء۔۔۔الازدی، ابوالحسن علی بن الحسن، المنجد فی الغتۃ: ۵۱۷، مکتبہ عالم الکتب قاہرہ مصر، ۱۹۸۸ء

7 الذہبی، ڈاکٹر محمد حسین ،التفسیر والمفسرون ۱ :۲۶۴، مکتبۃ الوہبہ قاہرہ مصر، ۱۹۸۵ء

8 سورۃ الاعراف ۷: ۳۳

9سورۃالاسراء۱۷: ۳۲

10 سورۃالنحل۱۶: ۴۴

11سنن الترمذی۵ : ۱۹۹

12سورۃ محمد۴۷: ۲۴

13سورۃالنساء۴: ۸۳

14سورۃ ص۳۸: ۲۹

15التفسیر والمفسرون۱ :۲۶۴

16امام احمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث(۲۶۶، ۲۶۹، ۳۲۸)دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ء

17التفسیر والمفسرون۱ :۲۶۴

18ابن تیمیہ، أحمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام، مقدمہ فی اصول التفسیر:۳۱- ۳۲، مکتبہ دار البازمکۃالمکرّمہ، ۱۴۲۴ھ

19الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان۱ : ۵۱۸، دار الکتاب العربی قاہرہ مصر، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

20نفس مصدر۱ : ۵۲۸

21 مناہل العرفان۱ : ۵۲۹

22 کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، اصول کافی ۱ :۵۷۰، مؤسسۃ الاعلمی، بیروت، لبنان (س۔ن)

23نفس مصدر۱: ۲۰۲

24التفسیر والمفسرون ۲ :۳۴

25 نفس مصدر ۲ :۲۹

26التفسیر والمفسرون ۲ :۲۹

27غلام احمد پرویز، اسباب نزول امت: ۵۲، ۸۲، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، پاکستان (س۔ن)

28غلام احمد پرویز، معارف القرآن ۴ :۴۲۹، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، پاکستان (س۔ن)

29سرسید احمد خان، تفسیر القرآن، تحت السورۃ البقرۃ۲: ۳۴ ،ص: ۵۲، سرسید احمد خان، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور، پاکستان (س۔ن)

30نفس مصدر

31غلام احمد پرویز، کتاب التقدیر: ۷۷، طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور، پاکستان (س۔ن)

32سورۃالنحل۱۶: ۴۴